تعلیم و تعلّم

مفتی عبد الولی خان
دار السلام، لاہور

اُستاد اور شاگرد کے باہمی حقوق

قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ کی روشنی میں

تعلیم ایک ذریعہ ہے، اس کا مقصد اچھی سیرت سازی اور تربیت ہے۔ علم ایک روشن چراغ ہے جو انسان کو عمل کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ اس لحاظ سے تعلیم و تربیت شیوۂ پیغمبری ہے۔ اُستاد اور شاگرد تعلیمی نظام کے دو نہایت اہم عنصر ہیں۔ معلّم کی ذمہ داری صرف سکھانا ہی نہیں، سکھانے کے ساتھ ساتھ تربیت دینا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾[1]

"اور نبی ﷺ ان (لوگوں) کو کتاب و حکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ و تربیت کرتے ہیں۔"

اس بنا پر یہ نہایت اہم اور مقدس فریضہ ہے، اسی اہمیت اور تقدس کے پیش نظر اُستاد اور شاگرد دونوں کی اپنی اپنی جگہ جداگانہ ذمہ داریاں ہیں۔ اُنہیں پورا کرنا ہر دو جانب کے فرائض میں شامل ہے۔ اگر ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کیا جائے تو پھر تعلیم بلاشبہ ضامنِ ترقی ہوتی اور فوز و فلاح کے برگ و بار لاتی ہے۔

اس سلسلے میں کچھ حقوق استاد پر عائد ہوتے ہیں جبکہ بعض شاگرد پر؛ جن کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

شاگرد پر اُستاد کے حقوق

① سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ طالب علم نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو

1 سورۃ البقرۃ:۱۲۹

مد نظر رکھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»[1]

''وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر واحترام نہ کرے۔''

اس لیے شاگرد پر لازم ہے کہ وہ اُستاد کا احترام کرے اور اس کی ادنیٰ سی بے ادبی سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔ استاد معلّم و مربی ہونے کے لحاظ سے باپ کے درجے میں ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ»[2]

''میں تمہارے لیے بمنزلۂ والد ہوں، تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔''

چنانچہ روحانی ماں باپ کی تکریم و تعظیم کیجیے۔ اُستاد سے آمرانہ اسلوبِ گفتار سے پرہیز کریں، اس کے سامنے اَدب اور شائستگی سے بیٹھیں، اس کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں۔

② طالب علم کو تکبر و بڑائی سے دور رہنا چاہیے، اپنے اندر عجز وانکسار پیدا کرنا چاہیے۔ اَمیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، وَتَعَلَّمُوا لَهُ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ، وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ وَلِمَنْ تُعَلِّمُونَه، وَلاَ تَكُونُوا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ[3]

''علم حاصل کرو۔ اس کے لئے سکینت و وقار بھی سیکھو۔ جن سے علم حاصل کرتے ہو اور جنھیں سکھاتے ہو اُن کے لیے تواضع اور عاجزی اختیار کرو۔ جبر کرنیوالے علامت بنو۔''

اَساتذہ کے ساتھ اَدب واحترام کا ایک سبق آموز واقعہ سیدنا عبد اللہ بن عباس کا ہے، جسے امام ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں ذکر کیا ہے۔ نقل کرتے ہیں:

ایک دفعہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو قرآن کے حافظ اور کتاب و سنت کے بہت بڑے عالم تھے، نے ایک جنازہ پڑھایا۔ واپسی کے لیے سواری لائی گئی تاکہ آپ اس پر سوار ہو

---

۱ جامع ترمذی:۱۹۱۹

۲ سنن ابو داؤد:۸

۳ جامع بیان العلم وفضلہ:۱/۵۱۲

جائیں، عبد اللہ بن عباس آگے بڑھے اور سواری کی رکاب تھام لی، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی! آپ ایسا نہ کریں۔ ابن عباس نے فرمایا:

هٰكَذَا يُفْعَلُ بِالْعُلَمَاءِ وَالْكُبَرَاءِ[1]

''جی نہیں، میں یہ رکاب ضرور پکڑوں گا، کیونکہ علما اور بڑوں کا یہ حق ہے کہ ان سے ایسا ہی برتاؤ کیا جائے۔''

اُستاد کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ یہ امام شعبہ سے پوچھئے، فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا، فَأَنَا لَه عَبْدٌ[2]

''جس سے میں نے ایک حدیث پڑھی ہے، وہ میرا آقا اور میں اس کا غلام ہوں۔''

پس جب طالب علم اپنے اُستاد کا حد درجہ احترام کرے گا، تب ہی اسے علم کی بیش قیمت دولت حاصل ہو گی۔ اگر طالبِ علم بدخواہ اور بے ادب ہے تو علم سے محروم ہی رہے گا۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے:

إِنَّ الْمُعَلِّمَ وَالطَّبِيبَ كِلَاهُمَا
لَا يَنْصَحَانِ إِذَا هُمَا لَمْ يُكْرَمَا
فَاصْبِرْ لِدَائِكَ إِنْ أَهَنْتَ طَبِيبَه
وَاصْبِرْ لِجَهْلِكَ إِنْ جَفَوْتَ مُعَلِّمًا[3]

''معلّم اور طبیب کی جب تک توقیر و تعظیم نہ کی جائے وہ خیر خواہی نہیں کرتے۔ بیمار نے اگر طبیب کی توہین کر دی تو وہ اپنی بیماری پر صبر کرے اور اگر شاگرد نے اپنے استاد کے ساتھ بدتمیزی کی ہے تو وہ ہمیشہ جاہل ہی رہے گا۔''

④ طالبِ علم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اسباق میں غیر حاضری سے اجتناب کرے، ناغہ کرنے سے اس کے علم واستعداد میں کمی آئے گی۔ نتیجتاً لوگ اس کے استاد ہی کو موردِ

1 جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/ ۵۱۴
2 ایضاً: ۱/ ۵۱۲
3 اَدب الدنیا والدین: ۱/ ۷۵

الزام ٹھہرائیں گے، چنانچہ اپنے اساتذہ کو الزام آنے سے بچانا بھی استاد کے حقوق میں سے ہے۔

④ پابندی سے حاضری کے علاوہ کلاس روم میں توجہ اور دھیان سے سبق سننا اور یاد کرنا طالب علم کی بڑی اہم ذمہ داری ہے۔ مزید برآں یہ اُس پر استاد کا حق ہے۔

⑤ اگر سبق سمجھ میں نہ آئے تو اُستاد سے پوچھ لینا طالبِ علم کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ»[1]

"یقیناً (علم کی) محتاجی کا علاج سوال کرنے میں ہے۔"

⑥ یہ بھی طالبِ علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ محترم استاد کو عام انسانوں کی طرح انسان ہی سمجھے جس سے غلطی کا سرزد ہونا عین ممکن ہے۔ اسکی درشتی اور سختی کو برداشت کرے۔ اسکی برائی سے اجتناب کرے، اسکے عیبوں کی پردہ پوشی کرے اور خوبیوں کو اُجاگر کرے۔

⑦ فضول اور وقت ضائع کرنے والے سوالات سے پرہیز کرے۔

⑧ طالبِ علم یہ بھی یاد رکھے کہ غلطی پر استاد کا خفا ہونا ایک فطری چیز ہے، لہٰذا طالب علم اُستاد کے غصے کو محسوس نہ کرے۔ بلکہ یہ سمجھے کہ اُستاد کا میری غلطی پر ناراض ہونا خود میرے ہی لیے مفید ہے۔

ایک دفعہ معلّم انسانیت ﷺ لوگوں کو لمبی لمبی نمازیں پڑھانے کے باعث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر شدید ناراض ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُنہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

«أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ!»[2]

"اے معاذ! کیا تو لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟"

اس حدیث پر امام بخاری نے صحیح بخاری میں بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ "وعظ و تعلیم میں ناپسندیدہ بات دیکھنے پر غصے ہونا" کا باب

1 سنن ابو داؤد: ۳۳۶

2 سنن نسائی: ۹۹۸

قائم کیا ہے اور ناپسندیدہ عمل پر تنبیہ کو صحیح عمل قرار دیا ہے۔
پس اگر معلّم شاگرد کی کسی غلطی پر غصے میں آجائے تو یہ کوئی انہونی بات نہیں۔ سعادت مند طالب علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے مکرم اُستاد کی سخت باتیں بھی چپ چاپ ادب کے ساتھ سن لے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔

اُستاد پر شاگرد کے حقوق

① نرمی و نوازش کا سلوک کیجیے: اُستاد کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اُسوہ بنا کر اپنے شاگردوں سے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾[1]

”اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ درشت اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بکھر جاتے۔“

لٰہذا اُستاد شاگردوں کے لیے نرمی کا پہلو اختیار کرے، اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو بھی پیش نظر رکھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»[2]

”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر و تعظیم نہ کرے۔“

اس بنا پر اُستاد کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھے، اگر ان سے کوئی نامناسب حرکت ہو جائے تو درگزر کرے، ان سے وقار اور بردباری کے ساتھ پیش آئے۔

② زبان کی حفاظت کیجیے: اُستاد کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری زبان کی حفاظت

---

١ آلِ عمران:١٥٩
٢ جامع ترمذی:١٩١٩

ہے۔ زبان کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کرے اور اسے ناجائز اور نامناسب باتوں سے بچائے رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ»[1]

''جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ بھلائی اور خیر کی بات کہے، ورنہ خاموش رہے۔''

چونکہ اُستاد اپنے شاگردوں کے لیے نمونہ ہوتا ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اپنی گفتگو کو محتاط اور متوازن بنائے، لچرپن اور بے ہودگی سے بوجھل الفاظ سے پرہیز کرے۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے زبان کی بے اِعتدالی کے نقصانات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

«إن العبد لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ»[2]

''یقینا بندہ ایک بات کرتا ہے، اس پر غور و فکر نہیں کرتا۔ وہ اس بات کی وجہ سے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی آگ کی طرف گر جاتا ہے۔''

بعض دفعہ انسان کی زبان سے ایسا کلمۂ شر اَدا ہو جاتا ہے کہ اسے اس کی تباہ کاری کا اندازہ ہی نہیں ہوتا۔ کبھی اس کی کوئی بات کسی کی دل آزاری یا گمراہی یا ظلم و معصیت کا سبب بن جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

لہٰذا اُستاد و شاگرد دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کریں اور زبان کے ذریعے سے جن گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ان سے اپنے دامنِ تعلیم و تعلّم کو بچائیں۔

④ سچ کی تعلیم دیجیے اور جھوٹ سے نفرت سکھائیے: جھوٹ ایسا معاشرتی ناسور ہے جو بہت سے گناہوں کا پیش خیمہ ہے، لہٰذا معلّم و متعلّم اس سے بچیں۔ سچائی کی صفت ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، لیکن معلم کے لیے بے حد ضروری ہے۔ جس طرح زندہ انسان کے لیے غذا کے بغیر گزارہ مشکل ہے، اسی طرح استاد سچائی کے بغیر ایک لمحہ بھی اپنی

---

۱ صحیح بخاری: ۶۰۱۸

۲ ایضاً: ۶۴۷۷، صحیح مسلم: ۲۹۸۸

جگہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر اُستاد جھوٹ کا سہارا لے گا تو سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ شاگردوں کے دلوں میں استاد اور اس کے بیان کردہ یا تحریر کردہ مضمون کی وقعت ختم یا کم ہو جائے گی۔ اس سے پوری اُمت کو اجتماعی نقصان پہنچتا ہے۔ بعض اوقات شاگرد کا دل اس طرح ٹوٹ جاتا ہے کہ وہ دوسرے اساتذہ سے بھی بدظن ہو جاتا ہے۔

استاد کو بدزبانی سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔ درس گاہ میں اور درس گاہ سے باہر بھی طالبانِ علم سے گفتگو کرتے ہوئے شائستہ لہجہ اختیار کرنا چاہیے۔ بعض اساتذہ اپنے شاگردوں کو او موٹے! اے چشمے والے! اے زلفوں والے اور اوئے کالے وغیرہ جیسے الفاظ سے پکارتے ہیں۔ اس طرح اُس کا مذاق اڑاتے ہیں، یہ نہایت مذموم طریقہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس عمل سے منع فرمایا ہے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[1]

''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا تمسخر نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کا مذاق اُڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور اپنے آپ پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارو۔ ایمان کے بعد فسق کے نام سے ملقب کرنا برا ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

اس سلسلے میں یہی طریقہ مفید ہے کہ پڑھائی کے دوران استاد اپنے شاگرد کو اس کے نام یا کنیت سے مخاطب کرے۔ طلبہ کو نام سے مخاطب کرنے سے ان میں سبق کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام کو جو آپ ﷺ کے اوّلین شاگرد تھے، نام لے کر مخاطب فرماتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا:

---

۱ الحجرات:۱۱

«يَا أَبَا سَعِيدٍ! مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»[1]

"اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے ربّ ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہے۔"

اسی طرح غیبت اور زبان کے دوسرے گناہوں سے بھی اجتناب کیا جائے۔

④ علم سے آراستہ کرنے کا جذبہ پیدا کیجیے: استاد پر لازم ہے کہ وہ طالبانِ علم کو علم سے آگاہ کرنے میں بخل سے کام نہ لے، علم و دانائی کے بارے میں کچھ پوچھا جائے تو ضرور بتائے ورنہ گناہ گار ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَه ثُمَّ كَتَمَه أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ»[2]

"جس سے اس علم کے بارے میں پوچھا جائے جو اسے حاصل ہے، پھر وہ اسے چھپائے (اور نہ بتائے) قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔"

علم رسانی کے سلسلے میں صرف جذبہ کافی نہیں بلکہ اس کے لیے چند مزید بنیادی باتیں ضروری ہیں۔ اُستاد کے لیے ضروری ہے کہ اسے جو سبق اور جو مضمون پڑھانا ہو، اس پر اسے کامل عبور حاصل ہو، اس کے بارے میں طالبِ علم کے ذہن میں جو بھی اشکال یا سوال آ سکتا ہو، اس کا حل اس کے پاس موجود ہو۔ یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب معلّم نے متعلقہ مضمون کا بھرپور مطالعہ اور تیاری کی ہو۔ طالبِ علم استاد کے پاس امانت ہیں، لہٰذا مضمون کی بھرپور تیاری نہ کرنا امانت میں خیانت ہے۔ بخوبی مطالعہ کے بعد اُستاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے اظہار ما فی الضمیر اور مناسب اندازِ تعبیر پر قدرت حاصل ہو، یعنی جس مضمون کا اس نے مطالعہ کیا ہے، اُسے خوبصورت اسلوب اور دل نشین انداز میں طلبہ کے سامنے بیان کر سکے۔ اظہار ما فی الضمیر کی صلاحیت سے مراد خطیبانہ انداز قطعاً نہیں ہے جو وعظ کی محفلوں،

1 صحیح مسلم: ۱۸۸۴
2 جامع ترمذی: ۲۶۴۹

جلسوں اور جمعہ کے خطبوں میں اختیار کیا جاتا ہے، نہ اس سے ادیبانہ اُسلوب مراد ہے جس میں مترادفات، تکرار اور تشبیہات کی بھرمار ہوتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ عام فہم اُسلوب ہے جو علمی مضامین کی تفہیم میں بروئے کار آتا ہے۔

اسی طرح عمدہ تدریس کے لیے نظم وترتیب بھی بہت ضروری ہے۔ مطلب یہ کہ آپ اپنا حاصل مطالعہ کیسے مرتب اور متوازن انداز میں پیش کریں جس سے سامع اور شاگرد کو فائدہ پہنچے۔ علاوہ ازیں شاگردوں کے معیار اور ذہنی سطح کی رعایت بھی بہت ضروری ہے۔

⑤ اُستاد کو چاہیے کہ سبق پڑھاتے وقت ایسی تقریر نہ کرے جو طالبِ علم کے فہم اور استعداد سے بالاتر ہو۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں:

حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُرِيدُونَ أَنْ يُكَذَّبَ الله وَرَسُولُه؟

''لوگوں سے ان کی سمجھ اور استعداد کے مطابق حدیثیں بیان کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی تکذیب کر دی جائے؟''[1]

⑥ طالب علم کی حوصلہ افزائی فرمائیے: اُستاد کو چاہیے کہ اچھی تعلیمی کارگزاری اور درست جوابات دینے پر اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کی ہمت بڑھائے۔

ایک دفعہ نبی ﷺ نے اُبی بن کعب ؓ سے پوچھا: کیا تجھے معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ اُبی بن کعب ؓ نے جواب دیا: آیت الکرسی۔ نبی ﷺ نے خوش ہو کر اُن کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: «لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ، أَبَا الْمُنْذِرِ»[2]

''ابو منذر! تجھے علم مبارک ہو۔''

⑦ اُستاد کو طالب علم کے حق میں دعا کرنی چاہیے: اُستاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے حق میں خیر وبرکت اور توفیق و دانائی کی دعا کرتا رہے۔

عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے بیت

1 صحیح بخاری تعلیقاً: ۱۲۷
2 صحیح مسلم: ۸۱۰

الخلا گئے۔ میں نے آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی لا کر رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا: پانی کس نے رکھا ہے؟ جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ»[1]

”اے اللہ اسے دین کی گہری سمجھ دے۔ اللہ! اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا کر دے۔“

⑧ طالب علم جواب نہ دے سکے تو استاد کو بتادینا چاہیے: جب اُستاد کلاس روم میں شاگردوں سے سوالات پوچھے اور طالب علم درست جوابات دیں تو ان کی حوصلہ افزائی کرے اور شاباش دے۔ اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو پھر اُستاد خود صحیح جواب بتادے۔

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے، وہ درخت کونسا ہے؟ اس سوال پر لوگ جنگل کے مختلف درختوں (کی بحث) میں پڑ گئے، جب کوئی جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہی ہمیں بتادیں۔ آپ نے فرمایا: ”وہ کھجور کا درخت ہے۔“[2]

اس حدیث مبارکہ کی رو سے اساتذۂ کرام کو بھی طلبائے عزیز کے صحیح جواب نہ دینے کی صورت میں ازخود صحیح بات بتادینی چاہیے۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ Lahore Islamic University کے

مجلہ رُشد کے 'قراءات نمبر' کے تینوں شمارے

جامعہ کی ویب سائٹ www.kitabosunnat.com پر مطالعہ کیا جاسکتے ہیں

اور اس کے تمام مضامین بھی ڈاؤن لوڈ کرنا ممکن ہے!

---

۱ صحیح بخاری: ۱۴۳

۲ صحیح بخاری: ۱۳۱، ۶۲